مکتبہ شاہراہ
اردو بازار دہلی

خوشحال خان کے افکار

منظوم ترجمہ

فارغ بخاری ۔ رضا ہمدانی

نیا مکتبہ ۔ قصہ خوانی ۔ پشاور
(پاکستان)
بار اول
قیمت ۔/- ایک روپیہ

مکتبہ شاہراہ
اردو بازار دہلی

خوشحال خان کے افکار

منظوم ترجمہ

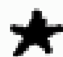
فارغ بخاری • رضا ہمدانی

نیا مکتبہ • قصہ خوانی • پشاور
(پاکستان)
بار اول
قیمت ۵ ایک روپیہ

خوشحال خان کی اُردو غزل

پہ سینہ کینہ د اودہ مینہ بھر جاگی
حما اوستا محبت گورہ کیسے لاگی
د رقیب وینا د باد ہ شوہ کہ تہ شوہ
سپینہ خولہؑ پہ خندہ راکرہ بھر بھاگی
پہ بازیؑ بازیؑ وجلے کھل نہ شے
محکم مایہ مسخروونے بے جاگی
زہ خوشحال پہ لالہ ورا یہ در بنکاوہ شوم
پہ خندائے وے چہ آؤ میرا بیراگی

★



(۱۶۱۳ء تا ۱۶۸۹ء)

احمد ندیم قاسمی کے نام

فارغ بخاری

ترتیب

پیش لفظ

خوشحال خان جون ۱۶۱۳ء کو بمقام اکوڑہ خٹک پیدا ہوا اس کا والد شہباز خان خٹک قبیلے کا سردار اور مغل سرکار کا منصب دار تھا سلطنت مغلیہ سے خوشحال خان کے خاندان کا درباری تعلق تھا. خوشحال خان بھی اپنے والد کی وفات کے بعد شاہ جہان کے دربار سے وابستہ ہوگیا. یہ اسکی زندگی کا پہلا دور ہے۔ اس دور میں وہ یوسف زئیوں سے قبیلوی جنگیں لڑتا ہے شکار کھیلتا ہے اور شعر کہتا ہے. یہ دور شاہجہان کی وفات کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے.

اورنگ زیب عالمگیرؒ کے سریر آرائے سلطنت ہونے کے ساتھ ہی خوشحال خان

کی زندگی کے دوسرے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ دراصل یہی اس کی شاعری کے معراج کا حقیقی دور ہے۔ چنانچہ وہ خود کہتا ہے۔

جوانی میں خوشحال سویا ہوا تھا

مگر اسکو پیری میں ہوش آگیا ہے (ترجمہ)

وہ نامعلوم الزام کی بنا پر گرفتار ہو کر پا بجولاں ہندوستان جاتا ہے۔ جہاں رنتھمبور کے قلعہ میں ڈھائی سال تک اسیری کے ایام گذارتا ہے۔ رہائی کے بعد ہم اسکی زندگی میں حیرت انگیز انقلاب دیکھتے ہیں۔ اب وہ ایک باغی کی حیثیت سے سامنے آتا ہے اور باقی ماندہ زندگی اپنی قوم کی آزادی کی جدوجہد اور شہنشاہیت کے خلاف صف آرائی میں گذار دیتا ہے۔ شہنشاہ اورنگ زیب کو اس کی بے پناہ عسکری قوت کے باوجود مٹھی بھر جمعیت سے بار بار شکست دیتا ہے لیکن قوم کے انتشار، خود غرضی، اور بیٹوں کی غداری سے اس کی کمر ہمت ٹوٹ جاتی ہے۔

میں نے تلوار کو لہرایا جو مغلوں کے خلاف

ساری دنیا پہ ہویدا ہوئی افغان کی شان

میں نے تلوار سے دلوائی حکومت ان کو

یہ مٹاتے رہے لیکن میری تیغوں کے نشان (ترجمہ)

اور آخر یہ حریت پرست اور غیرت و حمیت کا پیکر اپنی قوم اور اولاد سے بددل ہو کر

فروری ۱۶۸۹ء کو یہ کہتے ہوئے اس دار فانی سے رخصت ہوتا ہے سے

مجھے دفن جب میرے ہمدم کریں
وصیت میری ان کو ملحوظ ہو
بنائیں لحد میری ایسی جگہ
مغل شہسواروں سے محفوظ ہو (ترجمہ)

خوشحال خان نہ صرف پشتو زبان کے عظیم شاعر اور ادیب کی حیثیت سے بلکہ ایک بہادر اور اولوالعزم جرنیل کے طور پر بھی پشتون قوم میں ایک مسلمہ شخصیت کا مالک ہے۔ اس کے حالات اور کارنامے ہمارے غیر ملکی حکمران انگریز سامراج کی حاکمانہ مصلحتوں کے باعث آج تک پردۂ اخفا میں رہے۔ عرصہ دراز تک بیرونی دنیا کی معلومات میجر راورٹی کی چند ترجمہ شدہ نظموں تک محدود تھی۔ سب سے پہلے علامہ اقبال مرحوم نے بال جبریل میں " خوش حال خان کے افکار " کے نام سے دو نظمیں اردو میں منتقل کر کے غیر پختون دنیا سے اس کا تعارف کرایا ـــــــ ان نظموں کو پڑھکر ملکی حلقوں کی تشنگی بجھنے کے بجائے اور بڑھی، اور خوشحال خان کے متعلق معلومات حاصل کرنے اور اس کا کلام سننے کے لئے لوگ بے قرار نظر آنے لگے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "مجلہ سنگ میل" اور "اٹک کے اس پار" نے بھی اپنی بساط کے مطابق اس صاحب سیف و قلم کو دنیا سے متعارف کرایا۔ لیکن دوست محمد خان کامل نے تو اپنی ضخیم تصنیف " خوشحال خان خٹک " لکھکر گویا اردو حلقوں کی ایک

بہت بڑی ضرورت کو کافی حد تک پورا کر دیا۔

جہاں تک خوشحال خان کے سوانح حیات یا محاسن شاعری کا تعلق ہے کسی اور تفصیلی کتاب کی ضرورت نہیں لیکن غیر پشتون حلقے تک خوشحال کے نظری فکر اور شعری جواہر ریزوں کا منظوم ترجمہ پہنچانا ضروری تھا۔ اسی تقاضے کے پیش نظر ہم نے اس کے منتخب کلام کا منظوم ترجمہ پیش کرنے کی جسارت کی تراجم میں حتی الامکان اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ مناسب بحور اور مترنم الفاظ کے ساتھ ساتھ نظم کے حقیقی مفہوم میں بھی کوئی فرق نہ آنے پائے اس کوشش میں ہم کہاں تک کامیاب رہے اس کا فیصلہ قارئین ہی کر سکتے ہیں ایک اور چیز جو ہمارے پیش نظر رہی ہے وہ یہ کہ خوشحال خان کی شاعری کے تمام پہلو سامنے لائے جائیں اور ان تمام اصناف کے نمونے پیش کئے جائیں جن میں خوشحال خان نے طبع آزمائی کی ہے۔ تاکہ اس کے ادبی رجحانات کا اندازہ ہو سکے۔ —— اس کے علاوہ خوشحال خان کی تاریخی و انقلابی نظموں کو سلسلہ وار علیحدہ طور پر درج کیا گیا ہے۔ اور مختصراً ان کا شان نزول بھی بیان کر دیا ہے تاکہ پس منظر کی روشنی میں ان واقعاتی نظموں کی روح تک پہنچنے میں کوئی دقت نہ ہو۔

ستمبر ۱۹۵۷ء........ فارغ رضا

غزلیات

(مسلسل)

گردن ہے کونج کی تو ہیں پاؤں چکور کے
سنبل ہیں بال، منہ ہے کلی کیطرح سی بند
دل تیرا یوں ہے جیسے کہ پتھر کی قاش ہو
قاتل ہیں آنکھیں اور لبِ شیریں ہیں گویا قند
جسطرح تیرے جسم پہ بالوں کا قحط ہے
اسطرح تیرے دل سے وفا بھر گئی زقند
بے رحم آ بھی جا کہ بہت بے قرار ہوں
تو ترک ہے یا دخترِ افغان ارجمند
ہے جسم تیرا پھولوں کے انبار کی مثال
میں تجھکو دیکھ دیکھ کے ہوتا ہوں دردمند
اے جاں سوزِ عشق سے انجان تو نہیں
محرم ہے تیرے راز کا خوشحال ہوشمند



آہو نگاہ، شعلہ بدن، زلفِ مشکبار
شب میرے پاس آئی وہ محبوبۂ بہار
انوار میں تھا پیکرِ خوبی ڈھلا ہوا
اور زیبِ تن کئے تھی وہ ملبوس زرنگار
روئے حسیں نے اسکو بنایا تھا مومنہ
زلفِ سیہ کی وجہ سے تھا کفر میں شمار
نشے میں چور، جیب پھٹا، سر کھلا ہوا
مستی میں جھوم کر وہ سنبھلتی تھی بار بار

• • •

آئی جو میرے کان میں پازیب کی صدا
گھبرا کے میری جاگ کھلی اٹھ کھڑا ہوا
یہ حور ہے پری ہے کہ انساں ہے کیا ہے یہ؟
پہروں میں اپنے دل میں یہی سوچتا رہا
کالی بھویں کمانیں تھیں اور پلکیں تیر تھیں
موتی کیطرح دانت تھے ہونٹوں میں قند تھا

اے بے بصر نگاہ اُٹھا کر نظارہ کر
اس نے عجب ادا سے مجھے دیکھ کر کہا
تو جانتا نہیں ہے میں وہ مہ جبین ہوں
پیدا جواب جس کا زمانہ نہ کر سکا
طالب ہیں میرے بوسۂ رخسار کے بہت
تو کتنا خوش نصیب ہے میں نے تجھے چنا
وعدے وفا کیے کرتی رہی رکھ کے لب پہ لب
ناز و ادا سے جام مئے ارغواں دیا
راز و نیاز ہوتے رہے اس سے رات بھر
شوقِ وصال ابھی میرا پورا ہوا نہ تھا
اک سمت سے صدائے اذاں آئی ناگہاں
سنتے ہی مجھکو چھوڑ کے چلدی وہ دلربا
اے کاش ایسی شب کی نہ ہوتی کبھی سحر
کیا جانے حشر کیا ہو دلِ بیقرار کا
بستر سے شعلے اُٹھتے ہیں پھکتا ہے سب بدن
جب سے ہوا ہوں اس سے میں خوشحال اخاں جدا

ہند میں گر نہیں وہ محبوبہ
انگریں بھی ہو جو حسین بھی ہو
آنکھیں اسکی غزال کی سی ہوں
دیکھنے میں وہ مہ جبین بھی ہو
تو عطا کر الہی وہ معشوق
جو ملاحت میں بہترین بھی ہو
لب لعلیں ہوں شکریں اس کے
زلف مشکیں ہو عنبریں بھی ہو
سر سے پاؤں تلک بدن اسکا
خوبصورت بھی ہو مہ جبین ہو
فتنہ گر بھی ہو فتنہ ساز بھی ہو
شوخ بھی ہو وہ دلنشین بھی ہو
واقف رمز آشنائی ہو
ہو سخنداں بھی نکتہ چین بھی ہو

محو خرام دیکھو ذرا اس غزالہ کو
دھرتی نہیں ہے پاؤں زمیں پہ غرور سے
غمزوں کو حکم ہے کہ اسے قتل کیجئے
ہے عشق جسکو اس رخ زیبائے نور سے
شفاف و صاف پانی کی مانند ہے وہ جسم
آتی نظر ہے حالت دل اس کی دور سے
آنکھوں سے اپنی پوچھو جو کرتی ہیں مجھکو قتل
کیا پوچھتی ہو ماجرا اس بے قصور سے
کچھ غم نہ کر اگر وہ وفا آشنا نہیں
خوشحال شاد رہ تو جفا کے حضور سے

کوتاہیوں پہ اپنی نظر رہتی ہو جسکی!
سمجھو کہ حقیقت میں وہ انساں ہے خردمند
کم فہمی کا اسکی ہے بھلا کوئی ٹھکانہ
ہوتا ہو فقط اپنی جو تعریف سے خورسند
لو جس نے لگائی ہو سدا ذاتِ خدا سے
وہ شخص نہیں رہتا غم و یاس کا پابند
اللہ کے رستے میں لٹاتا ہے جو سب کچھ
اس کے لئے ہو سکتا نہیں کوئی بھی در بند
دنیا کی ہر اک چیز سے مستغنی ہے وہ حُر
دل جس کا ہر اک لحظہ غنا سے ہو تونمند
حقدار وہی ہوگا حیاتِ ابدی کا:
خوشحال کی طرح جو فنا کا ہوا پابند

یہ میٹھے ہونٹ تمہارے شکر نہیں تو کیا ہیں
چمکیلے دانت تیرے گوہر نہیں تو کیا ہیں
ہوتی ہیں تیرے ہوتے کیوں نہ شوخی کی باتیں
بہکی ہوئی سی باتیں یہ گر نہیں تو کیا ہیں
یہ کالی آنکھیں کرتی ہیں جو مسخر
تو ہی بتا یہ ساحر کافر نہیں تو کیا ہیں
ڈستے ہیں رات دن یہ خوشحال خاں کے دل کو
بھڑ کی طرح تمہارے جھومر نہیں تو کیا ہیں

صداقت کی گذرگاہوں میں ہمدم
بھٹک سکتا نہیں ہے کوئی راہی
جو سچے ہیں انہیں ہرگز کسی کی
زیاں دیتی نہیں ہے کم نگاہی
جو سچے لوگ ہیں ہر مرحلے پر
خدا کرتا ہے ان کی دادخواہی
جو سچے ہیں وہی پائیں گے جنت
سنو دیتا ہے قرآں بھی گواہی
صداقت پر رہا قائم تو خوشحال
نہ آئے گی کبھی تجھ پر تباہی

• • •

خوشحالوں کی اور غم کے شہیدوں کی قسم
رندوں کی قسم، تقویٰ گزیدوں کی قسم
فرقت کی قسم وصل شنیدوں کی قسم
گلزار میں بلبل کی نویدوں کی قسم

•

ہر سرو سے بالا، قد بالا کی قسم
اس چشم سیہ مست غزالہ کی قسم
اس موئے کمر ارفع و اعلیٰ کی قسم
محبوب جہاں لعبت شہلا کی قسم

•

اے جان تیری جاں کی قسم ہے کہ ترا
خوشحال دل و جان سے شیدائی ہے

ماورا، درس سے مکتب سے رہے انکے علوم
انکی نظروں میں سدا لوح و قلم رہتے ہیں
ہم نشیبوں میں فرازوں میں الجھ جاتے ہیں
سامنے انکے عرب اور عجم رہتے ہیں
نون[1] اور میم[2] ہو یا جیم[3] گذر جاتے ہیں!
لام[4] پر نصب مگر ان کے علم رہتے ہیں
درس لے ذروں سے خوشحال فضاؤں میں سدا
مہر سے ملنے کو جو شعلہ بدم رہتے ہیں

---

[1] [2] [3] [4] نون، میم، جیم اور لام سے ناسوت، ملکوت، جبروت اور لاہوت مراد ہے۔ جو صوفیانہ اصطلاح میں مختلف عالموں کے نام ہیں۔

عقل نے سو بند باندھے مصلحت کی راہ میں
ایک سیلِ عشق ان سب کو بہا کر لے گیا

کیا بتاؤں اے خرد مندو کہ کیا ہے عاشقی
عقل سے بیزار کر دیتا ہے لپکا عشق کا

عشق اپنی بات منوانے پہ اڑ جاتا ہے جب
عقل کی تدبیر کوئی کام آ سکتی نہیں

چاہتا ہوں جب کہ رشتہ توڑ دوں میں عشق سے
اور بھی مضبوط ہو جاتا ہے یہ بندھن میرا

عمر میری بیس سے زائد نہیں پر جلد ہی
پیر ہو جاؤں گا گر یہ عشق کے آلام ہیں

ہو وصالِ یار قسمت میں تو اے خوشحال خلق
اس طرح غم کش کو حاصل ہو کچھ عیش و فراغ

• • •

یہ تیری کم نگہی کا قصور ہے ورنہ
افق کے پار بھی ناداں کئی جہاں ہیں ابھی
ذرا کچھ اور بھی قلب و نظر کو وسعت دے
زمینیں کتنی ہیں اور کتنے آسماں ہیں ابھی
سن اور غور سے سن، عرش سی بزرگ نسل
خرد کی گرد کے دامن میں کارواں ہیں ابھی

خودی کو کھویا تو پھر جان لے خدا بھی نہیں
خودی کو پایا تو اس ذات سے جدا بھی نہیں

• • •

متفرق اشعار

وہی دانا ہے جو جنگ و جدل کو
بدل دے صورتِ امن و اماں میں
وہ ناداں ہے نشانِ آشتی کو
کرے تبدیل جو تیر و سناں میں

• • •

یہ خوانین اور یہ امراء
ننگ اہلِ حرم نہیں ہیں یہ
خونِ مظلوم ہے غذا ان کی!
کچھ درندوں سے کم نہیں ہیں یہ!

• • •

بھیجتے ہیں فوجیں وہ دلی سے میرے قتل کو
اور ادھر تجھکو میرا سر کاٹنے سے عار ہے

• • •

تمہارے عشق میں کس کس سبب رسوا ہو گیا ہوں میں
فدا ہو تجھ پہ جو میں اسکی جاں لینے کو جاتا ہوں میں

• • •

چھپائے کس لئے خوشحال خاں ڈرتا نہیں ہرگز
ترا بوسہ لیا ہے اور اعلاں کر رہا ہے وہ

• • •

جدا ہو جائے سر تن سے مگر قائم رہونگا میں
مرے پیماں تمہارے عہد و پیماں ہو نہیں سکتے

چھوڑ دیتا ہو اگر شہباز اپنے صید کو
چھوڑ دونگا میں بھی اے خوشحال اس محبوب کو

• • •

بوسہ بازی اس بت مہ وش سے در پردہ رہے
چھپ کے ہی کھاتا ہے اپنے صید کو شہباز بھی

• • •

مجھے پروا ہے کیا شورِ عدو کی
نہیں ڈرتا ہے ضیغم لومڑی سے

• • •

خالِ مشکیں اسپہ لہراتی ہوئی زلف دوتا
ہاتھ آیا ہے تجھے آ دیکھ لے شہباز کیا

• • •

آدمی حق شناس اچھا ہے
نہ کہو ناسپاس اچھا ہے
ایک دانہ ملے اگر جو کا
ہمنشیں اس کا پاس اچھا ہے

• • •

مرا دل جو ہے ضیغم روزگار
تیری چشم آہو کا ہے وہ شکار

• • •

تیرے آجانے سے یوں شاد نظر آتا ہوں
جیسے بھاگا ہوا شہباز مرا لوٹ آیا
باز ہے آنکھ تیری پلکیں ہیں پنجے اسکے
دلکو زخمی کیا اس باز نے اور تڑپایا

• • •

عقل کی کونجیں، صبر کی قازیں
کتنی سبک رفتار ہیں لیکن
تیری نگاہوں کے شاہیں سے
ان کے جگر افگار ہیں لیکن

• • •

زمانے بھر کی اُلٹی سیدھی باتیں
میں سُن کر بھی نہیں کچھ کہہ رہا ہوں
جواب ان سب کا دے سکتا ہوں لیکن
تیری خاطر یہ سب کچھ سہہ رہا ہوں

• • •

مجروحِ تیرِ غمزۂ دل ہے خوشحالؔ ہے تو کیا
بے زخم کھائے مردِ جری لوٹتا نہیں

• • •

یہ مستانہ آنکھیں یہ لامبی سی پلکیں
مسلح سواروں کے نیزے ہیں گویا

• • •

یوں تو رُخ کے سب سپاہی بر سرِ پیکار ہیں
لیکن انہیں تیری آنکھیں بے طرح خونخوار ہیں

• • •

اِس طرح عشق میں خوشحالؔ کا رتبہ ہے بلند
زورِ شمشیر سے جیسے کوئی سردار بنے

• • •

ترک کر دے عشق میں خانی کو اور تلوار کو
بننا ہوگا اسے جگہ خادم تجھے محبوب کا

• • •

وہ مسکرائے تو مرتے ہیں جو ہری غم سے
وہ روٹھ جائے تو غسال عیش کرتے ہیں

• • •

نظر آتی ہیں یوں آنکھیں تیری زلفوں کے سائے میں
کہ جیسے مرغزاروں میں ہرن پر ان چڑھتے ہیں

• • •

نمازوں کے عوض میں شیخ جی جنت کے طالب ہیں
نہیں قائل ہوں میں خوشحال اجرت کی عبادت کا

• • •

سفید بال وہ منحوس تھے کہ اے خوشحال
سیاہ ہوتے گئے مجھ سے دل حسینوں کے

• • •

یاد ہیں وہ دن کہ ہم دونوں کو باہم دیکھ کر
مسکراتی تھی صراحی اشک برساتی تھی شمع

• • •

طویل رنج والم اور مصائب دوراں
مجھے ملے ہیں تیری زلف کی رعایت سے

جب خیالِ یار مہماں بن کے آیا آنکھ میں
میزبانی اسکی خونِ دل سے میں کرنے لگا

• • •

رانجھے کا شور کوئی نہ سنتا یہاں کبھی
پیدا نہ ہوتا ہیر کا پیکر جو شور سے

• • •

نہیں ہیں بالیاں کانوں میں اسکے
ستارے چاند میں ٹانکے گئے ہیں

• • •

سانپ کتنا ہی لچکتا ہوا چلتا ہے مگر — پاس جب بل کے پہنچتا ہے نکل جاتے ہیں بل
خوابِ غفلت سے ہو بیدار کہ فانی ہے جہاں — عمر ہر لحظہ ہوئی جاتی ہے کم کچھ تو سنبھل
اسکے جبڑوں سے کوئی بچ کے نکل سکتا نہیں — موت کا دیو کبھی تجھکو بھی جائیگا نگل
رہنما ساتھ نہ ہو اسکے تو منزل کی بجائے — راہرو اور کسی راہ پہ جائے گا نکل
سامنا ہوتا ہے قاضی کا اسے جب ہنگام — دل میں مجرم کے بپا ہوتی ہے کتنی ہلچل
یہی تسکین کی صورت ہے فقط پیشِ قضا — سرِ تسلیم کرے خم تو الم جائیں گے ٹل
ہاں مگر اشکِ ندامت جو گریں دوزخ میں — سرخ انگارے بھی بن جائینگے شاداب کنول

سعیِ پیہم کو نہ کر ترک کبھی اے خوشحال!
راہ دشوار ہو کتنی پہ عزائم ہوں اٹل

• • •

مُنظُومات

بڑھ کے عنبر سے ہے یہ خاکِ وطن
گرم پانی بھی ہے اس کا خوشگوار

عود و صندل اس کے بوٹے ہیں مجھے
خشک مٹی اسکی ہے مشکِ تتار

لوگ کہتے ہیں جنہیں پتھر فقط
میری نظروں میں ہیں درِ شاہوار

سب سے اچھی ہے پشاور کی زمین
بس رہے ہیں اسمیں میرے دوست یار

گرچہ بھارت کی چنبیلی خوب ہے
مجھکو پیارے ہیں وطن اپنے کے خار

قدر کیا جانے اکوڑے کی کوئی
مجھکو ہے فرخار یہ اپنا دیار

۱؎ ترکستان کے ایک حسن خیز شہر کا نام

شکاروں کے لئے آزاد ہوں اب
نہیں محدود یہ میری اُڑانیں

جو اک مقصد ہوا پورا تو پھر کیا
ابھی تو کتنے مقصد سامنے ہیں

وطیرہ ہے یہ مردانِ جری کا
نہیں رُکتے وہ منزل پہ پہنچ کر

عمل سے ہے عبارت زندگانی
عمل سے ہے وقارِ نوجوانی





میں اک شاہیں ہوں کوہستان روہ[1] کا
اڑانیں میری لا حاصل نہیں ہیں

میں اپنے صید پر جھپٹوں گا جس دم
اچک لوں گا اسے شہباز بن کر

اڑوں گا اور اوپر اور اوپر
جھپٹتا اور اڑتا ہی رہوں گا

میں کہساروں پہ کیسے اڑ رہا ہوں
اگر خوشحال میرے پر نہیں ہیں؟

•

[1] روہستان یعنی پٹھانوں کا ملک

میں کہستانوں کا بیٹا ہوں
اولوالعزم و جواں ہمت ہوں
ساری دنیا میں مچی ہے میری تلوار کی دھوم
ان شہنشاہوں کے بت توڑ چکا ہوں، اس سے
جن کی ہیبت سے لرزتا تھا جہاں

میں نے ساحل کی غلامی سے چھڑایا دامن
اور غربت کے سمندر میں تھپیڑے کھائے

میں وہ اک پھول ہوں صحراؤں کا
باغباں کا جسے خدشہ ہے نہ صیاد کا ڈر
لہلہاتا ہے جو اک شانِ دلآویزی سے
لہلہاتا ہی رہے گا جو ابد تک یوں ہی



(یہ نظم ایام اسیری میں رنتھمبور کے قلعہ میں لکھی گئی)

یہ یوسف زئی کیلئے زہر قاتل تھا
اس واسطے ایک عرصہ تک
میں نے مغلوں کی خدمت گذاری بھی کی

کئے قتل آپس میں ہم نے ہمیشہ
جوانان رعنا
مجھے اس حماقت پہ افسوس ہے پر
نہیں کوئی پچھتانے سے فائدہ اب

مجھے کیا خبر تھی
کہ وہ یوں جمیت دکھائیں گے آخر

یہ یوسف زئی تھے جنہوں نے
مصیبت کے ایام میں میری امداد کی

جنہوں نے بچایا مرے خاندان کو
وہ دریا کے اس پار انہیں لے گئے
اور پہنچا دیا بسیکڑی[2] میں
جہاں اب وہ محفوظ و مامون ہیں



۱؎ پٹھانوں کا مشہور قبیلہ جس سے اوائل عمر میں خوشحال خان نے کئی جنگیں لڑیں لیکن خوشحال خان کی گرفتاری پر جب مغلوں نے اس کے خاندان کو اسیر کرنا چاہا تو یوسف زئی اپنی تمام دشمنی بھول کر انکی حفاظت کے لئے کمربستہ ہوگئے انکی اسی حمیت نے خوشحال خان کو گرویدہ بنالیا۔

۲؎ قبائلی علاقے کے ایک مقام کا نام ہے۔

(ایام اسیری کی ایک نظم جس میں حب الوطنی کے شدید تاثرات ملتے ہیں)

نسیم تیرا گذر خیش آباد میں ہو اگر
سلام میرا سرائے اکوڑہؔ پہنچانا

تو تند و تیز اباسینؔ کے کنارے پر
تمام قوت و طاقت سے جا کے چلانا

سبک خرام و سکوں آفریں لنڈےؔ کو
عجیب نرمی و آہستگی سے فرمانا

کہ میری تشنگی گنگ و جمن سے بجھتی نہیں
نصیب کاش ہو پھر سے تمہارا پیمانہ

وہ آب سرد نہیں یاں کے مرغزاروں میں
عبث ہے میرے لئے اسجگہ کا دروانہ

سدا رہے گا نہ خوشحال امن جہنم میں
کبھی تو خلد کا اسکو ملے گا پروانہ

•

۱؎ اٹک کے اس پار کا ایک گاؤں ۲؎ خوشحال خاں کا گاؤں
۳؎ دریائے سندھ۔ ۴؎ دریائے لنڈا جو اکوڑے میں بہتا ہے

میں جب اسیر ہوا ہوں مغل کے ہاتھوں سے
تو یہ مہینہ تھا ہمدم جمادی الثانی

پھر اگلے سال ہوا ہوں میں بند قلعے میں
جہاں ستاتے رہے مجھکو ظلم کے بانی

جو گیارہ سو کے عدد سے نکال دیں پچیس
تو سن سمجھنے میں ہو جائیگی کچھ آسانی

رہائی پانچویں ذی القعد کو ہوئی میری
اڑھائی سال اڑائی قفس کی مہمانی

●

ایک شعر

زلفیں لہرائیں ہوائیں سرحدی دوشیزگاں
تاکہ خوشبو مجھکو زنجبور میں آتی رہے!

•

(ایامِ اسیری میں جشنِ شاہی کی خبر سنکر یہ نظم کہی گئی)

آج اورنگ زیب عالمگیر کیا مصروف ہے
کر رہا ہے اپنے تخت و تاج کی آرائشیں
اور اس کم فہم کو وہ وقت بھولا ہوا ہے
غیب سے آنے لگیں گی موت کی فرمائشیں
جب نہ وہ ہوگا نہ تخت و تاج ہی ہونگے مگر
ہونگی بس وابستہ اسکے نام سے آلائشیں

•

کسریٰ و حجاج کی کرنے لگا ہے پیروی
دیکھتا ہرگز نہیں ہے ظلم کے انجام کو
ساغرِ عیش و طرب سے مست ہیں دلی کے لوگ
میں فسردہ دل کروں کیا عید کے ایام کو
آتشِ دل نے بھڑک کر پھونک ڈالی زندگی
چارہ گر مایوس ہو کر کہتے ہیں آرام کو

•

نامہ و پیغام تک کو بھی ترستے ہیں غریب
بدنصیبی سے جدا ہوتے ہیں جب اہلِ وطن
سوزشِ دل کے سبب سے اشک افشانی مری
آگ سے جیسے کبابوں سے نکلتی ہے سلن
تاک رکھا ہے قضا نے جانے کیوں خوشحال خاں
یہ روش تیرِ ستم کے واسطے میرا ہی من

•

کم نہیں تھا باغ جنت سے یہ دہلی کا شہر
جب تلک باقی سعادت خان تھا اور نیاز[1]

آہ کتنا سخت جاں ہے پھر بھی میں زندہ رہا
ہو گئے مجھ سے جدا خوشحال جیسے دلنواز

درحقیقت مجھکو احساس اسیری اب ہوا
انکے الطاف و کرم سے میرا سینہ تھا گداز

•

کیا عجب آسودگی سے کٹ رہی تھی زندگی
خانداں میرا تھا اک گلزار میں تھا باغباں

کر دیا تاراج اسکو ہجر کے آلام نے
دفعتاً اس گلستاں پر چھا گئی فصل خزاں

باغباں کی زیست اپنے باغ کی پھولوں سے ہے
گل نہ ہوں تو اسکی جان زار کو راحت کہاں

•

کر دیا ہے ہجر کے آزار نے مجھکو نڈھال
ہو چکا ہوں اب تو مجنوں کیطرح زار و نزار

جسم میں باقی نہیں ہے کچھ سوائے استخواں
کیا کروں اب تو کسی پہلو نہیں آتا قرار

اک دفعہ تو موت کا پیغام سنتا ہے ہر ایک
لیکن اس پیغام کو میں نے سنا ہے بار بار

•

---

[1] اورنگ زیب کے وہ مصاحب جنہوں نے خوشحال خان کی ایام اسیری میں بڑی مدد کی

مجھ کو ناحق قید کر رکھا ہے اورنگزیب نے ‏ ‏ ‏ بے گناہی رحقیقت بن گیا میرا قصور
دشمنوں نے اسکو بہکایا ہے کچھ اس طرح سے ‏ ‏ ‏ آ گیا ہے انکے بہکاوے میں یہ عاقل بے شعور
اپنے ناکردہ گناہوں سے بھی میں واقف نہیں
کر رہا ہے عجز کو پامال شاہی کا غرور

•

میں نے جس اخلاص سے مغلوں کی خدمت کی سدا ‏ ‏ ‏ اس طرح ہرگز نہ کی ہو گی کسی افغان نے
حاکموں کا شیوہ گرچہ عدل ہونا چاہیئے ‏ ‏ ‏ وہ مگر احکام اسلامی لگے کب ماننے
مل رہا ہے طرفہ یہ میری وفاؤں کا صلہ
سچ تو یہ ہے مجکو مارا ہے میرے احسان نے

•

حشر جو اس عہد میں میرے قبیلے کا ہوا ‏ ‏ ‏ یا الٰہی اس قدر بدتر نہ ہو دشمن کا حال
اپنے بیگانے کی حاکم کو نہ ہو تمیز جب ‏ ‏ ‏ تب سمجھ لو یہ کہ نا فرجام ہے اسکا مآل
شاہ خود جب ناروا ظلم و ستم ڈھانے لگے
جان لو بس یہ کہ ہے اب تاج شاہی کو زوال

• • •

میری تلوار کی جھنکار سنی ہے جس نے
اب بھی بستر سے لرزتا ہوا گر پڑتا ہے

•

میں ہی وہ سرکش و خوددار و جواں ہمت ہوں
جس نے اورنگ کو معذور بنا رکھا ہے

•

ایک خیبر پہ ہی موقوف نہیں ہے اب تو
جس طرف دیکھئے مغلوں کیلئے خیبر ہے

•

انکی قسمت میں ہزیمت ہے ہر اک میداں میں
ہو کے مجبور پٹھانوں کو وہ دیتے ہیں خراج

دل میں کتنے ہی عزائم میں لئے بیٹھا ہوں
لیکن افسوس پٹھانوں میں حمیت ہی نہیں

میں بھارت کے قلعے میں تنہا پڑا ہوں
کہوں کیا، نہیں مختصر یہ فسانہ

•

مجھے اس قفس کی فضا میں ہُوا ہے
اٹھارہ مہینوں سے زائد زمانہ

•

مسلماں بھی، ہندو بھی شامل ہیں ان میں
وہ جن سے کہ معمور ہے قید خانہ

•

یہ مظلوم دو سو کے لگ بھگ ہی ہونگے
بنے ہیں جو تیرِ ستم کا نشانہ

•

اب و جد بھی اِن کے یہاں حکمراں تھے
مگر اِن کا مسلک نہ تھا جارحانہ

ملی جب سے اورنگ کو پادشاہی
ہے بیداد سے اسکی نالاں زمانہ

•

اسیر اس قدر بڑھ رہے ہیں ہر اک جا
نہیں انکی تعداد کا کچھ ٹھکانہ

•

ہیں لڑکے بھی اور رانیاں بھی ہیں انمیں
ہیں معصوم بچے بھی اس کا نشانہ

•

(یہ اشعار خوشحال خان کی ایک طویل نظم فراق نامہ سے لیے گئے ہیں۔ یہ نظم رنتھمبور کے قلعے میں لکھی گئی تھی)

بہے جا رہے ہیں وہ سیل الم میں
سنگاؤ[۱] میں جن کو ملی ہیں پناہیں
ہوئی ہے جو اب ان غریبوں کی حالت
اسے دیکھتی کاش میری نگاہیں

پہنتے ہیں کیا اور کھاتے ہیں کیا وہ
وہ غربت میں کیونکر گزر کر رہے ہیں
غم زندگانی کے آغوش میں وہ
خدا جانے کیسے بسر کر رہے ہیں

میرے بعد تو جبت[۵] کی والدہ کا
پریشانیوں سے عجب حال ہوگا
میرے باز[۲]، صدر[۳] اور گلو[۴] کی ماؤں
کا دل میری فرقت میں پامال ہوگا

۱:- ایک مقام۔ ۲، ۳، ۴، ۵ :- خوشحال خان کے بیٹے۔

مرے تین بھائی ہیں اور دو بہنیں
ستائیس فرزند و بتیس دختر
اور انکے سوا میرے احباب سارے
سلگتے ہیں فرقت کے دوزخ کے اندر

وہ دھرتی جہاں بستے ہیں میرے بچے
الٰہی اسے خلد آثار کر دے
شکار اور تفریح کو جائیں جس جا
خداوندا تو اسکو گلزار کر دے

میری قوم اور گھر کے خورد و کلاں سب
جہاں بس رہے ہیں وہیں تن نہیں میرا
جہاں وہ مکیں ہیں میرا دل وہیں ہے
اگرچہ قفس میں یہاں تن ہے میرا

(یہ اشعار خوشحال خان کی ایک مثنوی کا حصہ ہیں۔ جنہیں اپنے احباب اور اعزہ کی یاد کے نقوش اور سیر و شکار کی ہوس ہے)

وہ دن خدا دکھائے کہ جاؤں شکار کو
میرے عزیز ربیعو[1] و داؤد[2] ہوں ہم رکاب

•

ہم کس رہے ہوں زینوں کو گھوڑوں کی پیٹھ پر
اور ساتھ کتوں کے جوڑے ہوں جلب

•

جس سمت جا رہے ہوں ہرن بھاگتے پھریں
اے کاش پھر نصیب ہوں کھوئے ہوئے سے خواب

•

عثمان[3] آگے باقی سپاہی جلو میں ہوں
یحییٰ[4] و بابڑ[5] کرتے ہوں ساحل پہ انتظار

•

[1]، [2]، [3]، [4]، [5] خوشحال خان کے دوست

لاؤں پیران کے واسطے صحرا سے لوٹ کر
گہرے سیاہ رنگ کے تیتر کا میں شکار

•

اپنے عزیز صدر؎ کی مستانہ حرکتیں
آتے ہی گھر میں زحمت منزل کو دیں اتار

•

؎ :- خوشحال خان کا بیٹا۔

ایک میں نالاں نہیں، عہدِ اورنگ زیب میں
چیخ اُٹھے گا جہاں گر یہی ہیں اسکے طور

•

دانیال[1] کی طرح آج میں اسیر ہوں
بخت نصر[2] بن کے وہ کر رہا ہے ظلم و جور

•

مجلہ[3] کے فرزند پر آفریں جسکے طفیل
شاہ میرے حال پر کر رہا ہے فکر و غور

•

میری رہائی کی وہ کرتے ہیں کوشش مدام
کوتوال و میر خاں[4] بھی نہیں دل کے کھوٹ

ا:- ایک پیغمبر ۲:- بنی اسرائیل کا ایک ظالم بادشاہ ۳:- اورنگ زیب کا مشہور جرنیل
۴، ۵: اورنگ زیب کے مصاحب۔

نادان سے بدتر ہے خردمند کا انجام
اس دہر میں عزت کا نہیں کوئی بھی معیار
صد غور و تفکر سے ہوا مجھکو یہ معلوم
اس گلشن ہستی میں برابر ہیں گل و خار

•

کس سمت سے آیا ہے کہاں کو ہے روانہ
معلوم نہیں ہے یہ ابا سینہ ہمارا
سلیمان کی چوٹی کو ہے کیا علم اجل نے
کتنوں کو یہاں موت نے ہے گھاٹ اتارا

•

کوہ سلیمان

افلاک تو افلاک ہیں کیا ذکر ہے ان کا
معلوم نہیں ہے یہ زمیں کو بھی کہانی
طوفان جو اٹھا ہے ابھی سینے سے اسکے
پامال ہوئی اس سے ہزاروں کی جوانی

•

ہر آن شب و روز یہ قدرت کے کرشمے
اس عظمت و جبروت کی دیتے ہیں گواہی
معلوم نہیں کیسے گناہوں کی ہے پاداش
آئی ہے جو تجبلہ کے گھرانے پہ تباہی

•

(رہائی کے بعد لکھی گئی)

عداوت تھی کتنے قبیلوں سے میری
مگر جب تلک کی نہ طاعت گذاری

•

کسی طرح بھی انکو چھوڑا نہ میں نے
میرا رعب رہتا تھا ہر اک پہ طاری

•

یہ یوسف زئی وہ قبیلہ ہے جس نے
برے وقت میں میری بگڑی سنواری

•

اکوزئیوںٹ کی ہے حمیت مسلم
یہ ثابت ہوئے بغض و کینہ سے عاری

•

غضب (۱۰۴۷) کے برس جب اسیری میں تھا میں
مرے خاندان کی حفاظت تھی جاری

•

ٹ :- ایک پشتون قبیلہ

لالہ زار

پھر مری قوم کے جوانوں نے
اپنے ہاتھوں کو کر لیا ہے سُرخ
جیسے شاہین صید سے اپنے
تیز پنجوں کو سُرخ کرتا ہَے

پھر مری قوم کے جواں ساتھی
اپنی براق و تیز تلواریں
دُشمنوں کے لہو کی سُرخی سے
لالہ گوں کر کے رقص کرتے ہَیں

ہاڑ کے گرم و خشک موسم میں
فصلِ گل کا سماں نظر آیا
ہر طرف لالہ زار دیکھتا ہوں

میرے ایمل کو اور دریا کو
حق تعالے امان میں رکھے
فرض اپنا انہوں نے پہچانا

سرخ ہے آج وادئ خیبر
کڑپہ پھر بھی گرجتی ہیں توپیں
اور باجوڑ کا یہ عالم ہے
جیسے میدانوں اور پہاڑوں پر
موت کا زلزلہ سا طاری ہے



۱ ـ ۲ ایمل خان اور دریا خان خوشحال خان کے دو مشہور جرنیل

۳ ایک مقام کا نام

۴ صوبہ سرحد کا ایک قبائلی علاقہ

تھوڑے بھی کر لیتے ہیں بہتوں کو زیر
کوئی گنتی پر نہیں ہے انحصار

چند شنواری تھے اور مہمند تھے
آفریدی بھی تھے کچھ طاعت گذار

ان جواں مردوں کے ہاتھوں سے مگر
لشکر جرار نے کھائی ہے مار

دور ہو کر رہ گیا اس جنگ میں
سارا مغلوں کی حکومت کا خمار

وہ ملا مال غنیمت کچھ نہ پوچھ
مال و دولت کا نہیں کوئی شمار

۶۴

سونے اور چاندی کا اک انبار تھا
گھوڑے ہاتھی تھے قطار اندر قطار

• • •

۱۰۔۲۔۷۳ پختون تمائل۔

بزدل و بیکار لوگوں کی کمی کوئی نہیں
کام کے انسان گوہر کی طرح نایاب ہیں

خاص کر اس قوم میں افغان کہتے ہیں جسے
یوں اگر دیکھو تو کتنے خان ہیں ارباب ہیں

نیک ادا خود دار مشکل ہی سے آتا ہے نظر
گو اولوالعزمی میں سارے رستم و سہراب ہیں

اتفاق باہمی کا گر فقط آتا نہیں
یوں تو انکو یاد ہر اک طرح کے آداب ہیں

انکو سمجھانے کی کوشش سر بسر بے سود ہے
راہ پر جو آ نہیں سکتے وہ کج اعصاب ہیں

آج بھی گر بھول جائیں یہ پرانی چال کو
عالم پیری میں پائیں گے جوانِ خوشحال کو

• • •

ک کھایا ہے مغلوں کا مگر اب ہوں اورنگزیب کے ہاتھوں دل افگار
مجھے ناحق اسیرِ غم کیا ہے نہیں اپنے گناہوں سے خبردار
ھرے کھوٹے کو میں پہچانتا ہوں مجھے معلوم ہیں یہ سارے اسرار

ہے افغانوں سے اسکے دل میں نفرت
بناتا ہے وہ ان کو آلۂ کار!!!

بسر ہوتی نہ ہو جو آبرو سے بھلا وہ زندگی کس کام کی ہے
میں نقصان سے ہوں دلمیں خائف نہ خواہش کچھ مجھے انعام کی ہے
مجھے غیرت نے پاگل کر دیا ہے دعائیں میں نے یہ صبح و شام کی ہے

بچا ذلت سے یارب جو انہوں نے
مناصب کے بہانے عام کی ہے

جو مغلوں کی غلامی کر رہا ہے — میں اس افغان سے ہوں آج بہتر
نہ جب تک چھوڑا تھا مغلوں کا منصب — تو میں کیا تھا فقط بیکار افسر
مگر اب بادشہ سے کم نہیں ہوں — گلے سے طوق لعنت کو جھٹک کر
خدا کا شکر ہے آزاد ہوں میں
نہیں احکام شاہی کا کوئی ڈر

نہ درباروں میں جانے کی ہے حاجت — نہ ہر اک در پہ ہے اب سجدہ ریزی
مجھے ان سادہ کپڑوں سے ہے الفت — نہیں مطلوب ہے اطلس کی تیزی
مجھے مرغوب اپنی جھونپڑی ہے — نہیں بھاتی محل کی عطر بیزی
بھلے ہیں چھاچھ اور جو کیوں کُٹل میں
پلاؤ کیلئے حق سے گریزی

اگرچہ ساٹھ برسوں سے زیادہ — ہوئی ہے عمر میری پر جواں ہوں
سواری میں ابھی ازبک ہوں گرچہ — شکستہ ہی میں شاخ آشیاں ہوں
میں اپنی قوم کی عزت کی خاطر — عدو کے واسطے تیغ و سناں ہوں
نہیں ثانی زمانہ بھر میں جس کا
وہ غیرت مند میں خوشحال خاں ہوں

• • •

ملّا بنے ہیں کنز[1] و قدوری[2] کو پڑھ کے وہ
جائز سمجھ رہے ہیں حلال اور حرام کو

اترا رہے ہیں سر پہ کتابوں کو لاد کر
دیتے ہیں یہ فریب بچارے عوام کو

یہ لوٹتے ہیں لوگوں کو مذہب کے نام پر
یہ بیچتے ہیں آج شریعت کے نام کو

بھرتے ہیں اپنے گھر کو سخاوت جتا کے یہ
کرتے ہیں پیش لا کے خدا کے کلام کو

• • •

؎۱ ، ؎۲ مذہبی کتب

اگر ہو جائے افلاطون زندہ
سواتی[۱] بن کے آئے سامنے وہ

ہدایہ[۲] اور کفایہ[۳] کی کتابیں
کرے وہ منتقل پشتو زباں میں

مگر پھر بھی کہینگے یہ اکوزئی[۴] !!
اخون درویزہ[۵] کا مخزن ہے اچھا

کریں کیا نیشکر کو گائے اور بھینس
گزر اوقات ان کی گھاس پر ہے

۱: سواتی کا باشندہ • • •

۲، ۳: مذہبی کتب ۴: پختون قبیلہ جو اخون درویزہ کا معتقد تھا۔

۵: مشہور عالم و روحانی پیشوا، مخزن جنکی ایک تصنیف ہے۔

نہیں پہچانتے حق ماں بہن کا
یہ خود میراث کھا جاتے ہیں ساری

مرے بھائی تو فوراً کرتے ہیں یہ
جواں بھاوج سے شادی کی تیاری

کسی کا بدلہ لیتے ہیں کسی سے
اسے کہتے ہیں ظالم وضعداری



(شہنشاہ اورنگ زیب کی لاہور میں آمد کی خبر سن کر یہ نظم لکھی گئی)

ہوتے ہیں دنیا میں ایسے کام بھی — جن کا کچھ ہوتا نہیں وہم و گماں
چوڑہ ، لاچی کا دورہ کر کے میں — آفریدی قوم کا ہوں میہماں
گھومتا ہوں اگلے میدانوں میں اب — دل ہے میرا آج کتنا شادماں
تیرتی ہے یوں کہستاں میں نظر — جیسے ہو شہباز کوئی پرفشاں!
خوش ہوں یوں مغلوں کا منصب چھوڑ کر — جیسے کوئی قید سے پائے اماں!
ان سے سب افغاں ہیں ابتک بے خبر — جو عزائم میرے دل میں ہیں نہاں
میری طرح جو جیت کوشش میں — مل گئے گر مجھکو ایسے نوجواں
وہ چکھاویں گا مزہ مغلوں کو میں
شیر شہ کی روح ہوگی شادماں

سنتا ہوں لاہور آپہنچا ہے خود — ہو کے اورنگ زیب مجھ سے سرگراں
دیکھئے گا جنگ کے میدان میں — اوج پر رہتا ہے کل کس کا نشاں
ایک غیرتمند انساں کے لئے — زندگی میں دو ہی رستے ہیں یہاں
کھیل جاتا ہے وہ اپنی جان پر — لوٹ کر آتا ہے یا وہ کامراں
زاغ اور شہباز کا ہے معرکہ — کل بہیں گی رن میں خوں کی ندیاں

زاغ شہبازوں سے کھائینگے شکست　　محوِ حیرت ہونگے سب خوشحال خاں
اپنی قوت پر رہے انکو اعتماد　　شیر ہیں محتاج لشکر کے کہاں

نوکری بھی اک اسیری ہی تو ہے
شاہی سے بڑھ کر ہیں یہ آزادیاں



نظامؔ کا مرثیہ

نکلتا نہ دم تیرا بستر پہ اے کاش
یہی حادثہ یوں مری جان ہوتا
جوانی کے عالم میں لڑتا ہُوا تو
پٹھانوں کی عزت پہ قربان ہوتا
اگر قوم کے واسطے جان دیتا
تو تیرا مرے سر پہ احسان ہوتا

دھڑکتا ہے جب تک یہ سینے میں میرے
تیری یاد سے قلب عاری نہ ہو گا
نظامؔ آج تک لاکھوں جھیلے ہیں لیکن
کوئی صدمہ اس درجہ بھاری نہ ہو گا
کئی زخم کھائے ہیں خوشحال خاں نے
مگر کوئی بھی ایسا کاری نہ ہو گا

ؔ: خوشحال خان کا فرزند جس نے عالم شباب میں انتقال کیا۔

میں ممنوں ہوں اسلئے آسماں کا
نہیں اور کچھ تو یہ کیا کم ہے ہمدم
میسر تو ہے مجھکو دلکش نظارا
اباسین[۱] کا اور میر کلاں[۲] کا
سوات[۳] اور تیراہ[۴] کی وادیوں میں
ہراساں پریشاں میں پھرتا رہا ہوں
نہ جانے فلک اب کہاں مجھکو لیجائے
میرا جسم اس طرح زخمی ہے جیسے
کہ چوگان سے گیند کھا کھا کے ضربیں
نشیبی زمیں پر لڑھکتا رہا ہو

عبث میں کروں کیوں شکایت کسی کی
ازل ہی سے میرا مقدر یہی تھا

---

۱ دریائے اٹک ۲ ایک مقام ۳ صوبہ سرحد کی مشہور ریاست
۴ صوبہ سرحد کا وہ آزاد خطہ جہاں آفریدی، اورک زئی، وزیر و قومیں آباد ہیں۔

شروع ہی سے افغان وہ کم نظر ہیں
کوئی جہل میں ان کا ثانی نہیں ہے

ہوا و ہوس میں اُلجھ کر یہ ظالم
حریفوں کو پیٹھیں دکھانے لگے ہیں
وہ مردِ کہستاں وہ سوری مجاہد
وہ بطلِ حمیت تو ایسا نہیں تھا

یہ افغاں جو بے غیرتی پر تلے ہیں
تو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے
کہ لے جاؤں ارماں بھرا دل لحد میں

جو صدمے اُٹھائے بڑھاپے میں مَیں نے
خٹک قوم اور اپنے بیٹوں کے ہاتھوں
وہ کیسے بیاں ہوں وہ کیسے رقم ہوں
شمار ان کا آساں نہیں ان گنت ہیں
جو خوشحال خاں کے ہیں دل میں یہ گھاؤ
خداوند تو ہی انہیں مندمل کر

"

میں دیکھتا ہوں مغل وہ پہلے مغل نہیں ہیں
بجائے تلوار کے دھنی ہیں وہ اب قلم کے
وہ آج افغاں کو مکر و حیلے سے اور دولت سے پھانستے ہیں
یہاں فقط ایک میں ہوں جس پر
نہ چل سکا ان کا کوئی جادو
یہ زاغ کی اور مکھیوں کی خصوصیت ہے
کہ گندگی پہ گذر ہے ان کا
مگر میں شاہیں ہوں اوج پر ہیں میری نگاہیں
شکار اپنے سے شاد ہوں میں
الم ہے اتنا مجھے کہ کوئی یہاں مرا ہمنوا نہیں ہے۔
وہ خان ایل وہ خان دریا جو سو گئے نیند آبرو کی
یہی مجاہد مری امیدوں کی زندگی تھے۔

وہ دیکھو مغلوں نے روبروان افاغنہ کے
رکھا ہے حلوے کا تھال گویا
حقیر مکھی کی طرح یہ جس پہ روز و شب بھنبھنا رہے ہیں
سہارے سب ہو گئے شکستہ
مجھے تو اب آسرا ہے اک ذات کبریا کا
چلے گئے ایمل اور دریا
جو باحمیت تھے ہوشمندی میں منفرد تھے
بس اب تو مغلوں سے سرکشی کو
اکیلا خوشحال رہ گیا ہے۔



خدا مرے سر کے دشمنوں کو بھی دے نہ بہرام[۱] کا سا بیٹا
کہ جس کے ہاتھوں سے مستقل غم میں مبتلا سارا خاندان ہے

•

پڑی ہے ٹیری[۲] میں فوج اس کی زمانہ حیراں ہے اس جنوں پر
مرے مقابل وہ ہے صف آرا یہ میرا بیٹا عدوئے جاں ہے

•

نجانے کیسی بُری گھڑی میں لیا جنم اسنے میرے گھر میں
میں اسکے نزدیک اُلّو وہ میرے لئے غرض اک بلائے جاں ہے

•

وہ میرا بیٹا ہے میری سو خوبیوں پہ بھاری ہے یہ بُرائی
نہ سمجھو تم اس کو بیٹا، میرا تو فیصلہ یہ خوشحال خاں ہے



۱۔ خوشحال خان کا ناخلف بیٹا جس نے باپ کے خلاف مغلوں کے ایما پر فوج کشی کی

۲۔ کوہاٹ کے قریب خٹک قبیلے کی ریاست تھی۔

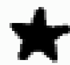
نکمے ہیں یہ سب افغان زادے
نہ غیرت ہے نہ کچھ انہیں حیا ہے
یہ کیا جانیں کہ کوئی انکی خاطر
یہاں صحرا بصحرا پھر رہا ہے
بچانے کو فقط افغاں کی عزت
خٹک اورنگ کا دشمن بنا ہے

•

مگر کتوں کی طرح پست ہو کر
یہ اسکی روٹیوں پر مر رہے ہیں
مناصب کو بڑھانے کے لئے اب
یہ میرا بھی تعاقب کر رہے ہیں

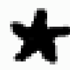
قطعات

مرے افکار ہمدم بن گئے شہباز
مسرت کے لئے ہیں محوِ پرواز
خدا پہنچا ہی دے گا صید ان کو
نہیں جائے گی خالی یہ تگ و تاز



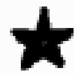
دیکھ کر کلفت و مصیبت کو
وہ بھی کیا دل ہے جو الٹ جائے
دل وہی ہے ہزار آفت میں
کوہ کی طرح سے جو ڈٹ جائے

مرد وہ ہے رہے جو گرم عمل
عیش و آرام کو وہ کیا جانے
عندلیبوں کا یہ تو حصہ ہے
نغمگی باز کی بلا جانے



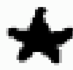
غنیمت ہے پھر آج آزاد ہوں
زمانہ اسیری کا منحوس تھا
میں خوشحال کہسار کا باز ہوں
جو مغلوں کے پنجرے میں محبوس تھا

سشاہ ہے تو سامنے اللہ کے
ہے خردمندی کہ خود کو خاک کر
اسکی قربت کا یہی معیار ہے
اپنے دل کو ما سوا سے پاک کر



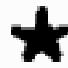
دل سے جو کرتا ہے خدمت خلق کی
درحقیقت ہے وہی بس خوش نصیب
علم سے ہے زندگی کی آب و تاب
علم ہی ہے زہد و طاعت کا حبیب

روزے ہوں نمازیں ہوں بغیر اسکے ہیں سب ہیچ
نیت اگر اچھی ہے تو مل جاتا ہے پھل بھی
یہ بات سمجھ لے تو بڑی بات ہے ناداں
نیت تیری اچھی ہے تو اچھا ہے عمل بھی



جھوٹ کے میدان پر جب کی نظر
وسعتوں میں ہے وہ ناپیدا کنار
لیکن اس میں بل ہیں اور سوراخ ہیں
رینگتے ہیں جن میں عقرب اور مار

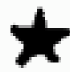
اگرچہ یہ ہے مخلصی کی سبیل
مگر جھوٹ کی دل کو عادت نہ ڈال
صداقت کا ہاتھوں سے دامن نہ چھوڑ
خدا تیری تکلیف کو دے گا ٹال



سچائی سے تیرے دل کا گلشن
محروم رنگ و بو ہو تو میرا ذمہ
آ صدق سے تلوار اٹھا لے خوشحال
ناکام اگر تو ہو تو میرا ذمہ

خدمتِ خلق کر بھلائی کر
بھولے بھٹکوں کی رہنمائی کر

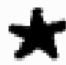
حرص کو چھوڑ اور حاتم بن !!
بندہ بن کر یہاں خدائی کر



عدل اور انصاف پر رہ گامزن
ہر کسی کے واسطے رکھ دل کو صاف

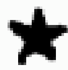
جو بھی توڑے دانت اس کا دانت توڑ
عذر خواہ جو ہو اسے کر دے معاف

حقیقت میں ہے صبر حکمت کی کنجی
جو صابر نہیں ہے وہ دانا نہیں ہے
ہر اک کام صابر کا ہوتا ہے اچھا
کسی نے مگر اس کو جانا نہیں ہے



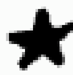
یہ تیرگی بھی چھٹے گی سحر بھی آئے گی
کبھی تو ختم سیہ رات ہو ہی جائیگی
ہجوم غم میں مسرت سے ناامید نہ ہو
کہ خشک کھیتوں پہ برسات ہو ہی جائیگی

ہُنر ہی حقیقت میں ماں باپ ہے
ہُنر سیکھ لے کام کی چیز ہے
نسب پر نہ زر پر کبھی فخر کر
ہنر عظمتِ نام کی چیز ہے



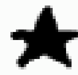
انکی نگاہیں بلند انکے عزائم جواں!!
غیرت و ہمت سے وہ سیتے ہیں سینے کے چاک
بات جو منہ سے کہیں کر کے دکھاتے ہیں وہ!
مومنوں کے منہ بھی پاک، مومنوں کے دل بھی پاک

مرد ہو راست گو تو بہتر ہے
مردِ غیور ہو تو اچھا ہے : :
خوب ہے گر وہ با حمیت ہو
حرص سے دور ہو تو اچھا ہے



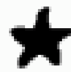
مومن وہ ہے کہ خوفِ خدا سے ہو دل گداز
مومن وہ ہے کہ جس کا یقین استوار ہو
جو دوسروں کا بوجھ اُٹھاتا پھرے سدا
سارے جہاں کو جس پہ غرض اعتبار ہو

خرد نے مجھے یہ سمجھایا ہے آخر
کہ دولت نہیں ہے شرافت سے بہتر
نہیں کوئی شے اس زمانے میں خوشحال
گدائی سے بدتر سخاوت سے بہتر



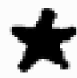
مصائب یہ کرتی ہے جس درجہ پیدا
خوشی اس قدر یہ دکھاتی نہیں ہے
زباں ہو اگر اپنے قابو میں ہمدم
مصیبت کوئی پاس آتی نہیں ہے

مرے شعر و نغمہ کے اعجاز سے
یہ پشتو زباں اب جلا پائے گی
ہمیشہ مرے باغ سے ہمنشیں
حسیں بلبلوں کی صدا آئے گی



کبھی ایسی کوئی حرکت نہ کر تو
کہ اپنے دوست ہوں بیزار تجھ سے
کچھ ایسی راہ پر تو گامزن ہو
کریں دشمن بھی بڑھ کر پیار تجھ سے

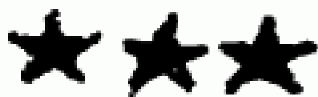
مرنا ہی ہے تو ایسے مر کہ کرے ::
بعد مرنے کے تجھکو یاد جہاں
عقرب و مار کی طرح سے نہ مر
کہ تری موت سے ہو شاد جہاں



کسی کو تو نے گر مہماں کیا ہے
دکھا اے دوست شان میزبانی
جو میدان وغا میں جا رہا ہے
تو ثابت کر عزائم کی جوانی

قلب درویش سے اسکو کوئی نسبت ہی نہیں
جام جم ہو کہ وہ آئینۂ اسکندر ہو
پادشہ چیز بھلا کیا ہے فقیروں کے حضور
خود بخود جھکتا ہے وہ خواہ فلک کا سر ہو

اپنی آنکھوں سے کس قدر خوش ہوں
کہ یہ جب دیکھنے کو ترسی ہیں
تو مرے دوستوں کی فرقت میں
ہر گھڑی بار بار برسی ہیں



(منظور عام پریس پشاور)